’’خالہ کا گھر‘‘

چھت سے مرغ نے بانگ دی۔اوراس آواز کے ساتھ ہی خالہ ہڑ بڑا کر بان کے جھنگو لے جیسے پلنگ سے اٹھیں۔ تکیے کے نیچے سے چادرنکال کر اُوڑھی۔ مٹی کے مٹکے سے پانی کا لوٹا بھرا۔اور چبوترے پر بیٹھ کر شیشے کی بوتل سے کوئلے کا پسا ہوا منجن نکالا۔ ہتھیلی پر رکھ کر دانت صاف کئے۔اور پھر وضو کر کے اٹھیں۔ برآمدے کے ایک کونے میں گول ہوئی رکھی چٹائی اٹھائی۔زمین پر بچھائی اورنماز ادا کی۔ پھر تسبیح لے کر بہت ہی عقیدت سے یادِ خدا میں مصروف ہوگئیں۔ دیر تک یادِ الٰہی میں مصروف رہیں۔شدت میں آ کر آنکھیں بھر آئیں۔ چادر کے کونے سے آنسو خشک کئے۔ چٹائی لپیٹ کر پھر کونے میں رکھی اور آواز دی۔

’’زبیدہ ارے او زبیدہ۔اٹھ بچی دیکھ تو دھوپ کوٹھے سے نیچے اترنے کو ہے۔‘‘

زبیدہ نے کروٹ بدلی۔ململ کے ڈوپٹے سے منہ ڈھکا اور بولی۔

’اماں کبھی تو سونے دیا کرو۔کتنی اچھی نیند آرہی ہے۔‘

خالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔چھولہے کے پاس گئیں۔دولکڑیاں چھولہے کے اندر رکھیں۔ایک اورلکڑی سے چھوٹی چھوٹی کرچیاں اتاراتارکران لکڑیوں کے اردگرد ڈالیں۔ٹوکری سے کچھ سوکھے پتے اٹھا کرچھولہے میں لکڑیوں کے اوپر بکھیرے۔اور ماچس کی تیلی گھس کرلکڑیوں پرڈالی۔پتوں نے آگ پکڑلی۔پھر کچھ اور پتے ڈال دیئے۔پتے تیزی سے جل کر بجھ گئے۔لکڑیوں میں بھی آگ کی چنگاریاں چمکنے لگی تھیں۔دھواں بھی نکلنے لگا تھا۔خالہ نے پھونکنی سے پھونکیں مارمارکرآگ روشن کرلی۔اب چولہے میں ہلکی ہلکی آگ جل رہی تھی۔پتیلی میں پانی ڈال کر چائے کے لئے رکھا۔اورمٹی کے کونڈے میں آٹا گوندھ کر چارروٹیاں پکائیں۔دوروٹیاں انہوں نے ایک کپڑے میں لپیٹ کررکھ دیں۔

اب زبیدہ بھی ہاتھ منہ دھوکر ماں کے پاس پیڑھی پربیٹھ چکی تھی۔خالہ نے کہا۔

'زبیدہ چھینکے سے دال تواتارکرلاؤ'

چھینکے پردھوپ آچکی تھی۔زبیدہ نے دال نکالی لیکن وہ خراب ہوگئی تھی۔خالہ نے کہا'چلوکوئی بات نہیں آج روٹی چائے سے ہی کھالیتے ہیں۔کل سے خیال رکھنا۔دھوپ آنے سے پہلے چھینکے سے کھانا اتارلیا کرو۔اور ہانڈی کے نیچے پانی کا بڑا پیالہ بھی رکھ دیا کرو۔''

دونوں ماں بیٹی نے چائے سے روٹی کھائی۔پھرخالہ نے سرسے پیرتک اچھی طرح چادراُوڑھی۔روٹی کی پوٹلی اٹھائی اور دروازے کی طرف بڑھ کربولیں۔

''زبیدہ دروازہ بند کرلومیں گھیرجارہی ہوں۔''

خالہ کا یہ گھیرگھرسے تھوری دورہی تھا۔اورایک زمین کے چوڑے ٹکڑے پرمشتمل تھا۔

خالہ کا نام خاتون تھالیکن بستی والے انہیں خالہ کہتے تھے۔اوراس جگہ کوخالہ کا گھیرکہتے تھے۔خالہ تیزتیزقدم اٹھاتی ہوئیں گھیرکا تالاکھول کراندرداخل ہوئیں۔اورجھٹ سے کنڈی لگائی۔یہ جگہ اچھی خاصی بڑی تھی۔خالہ کے شوہراسماعیل جو بہت جوانی میں اللہ کو پیارے ہوئے۔انہوں کے بہت محنت سے اس جگہ کے اردگرد پتھراور گارے سے دیوار بنوائی۔ زمین کے درمیان ایک کنواں کھودا۔اورزمین کے چاروں طرف پھل داردرخت لگائے۔دیواروں کی طرف کیاریاں بنا کراس میں سبزی کی بیلیں لگائیں۔اوردرمیان میں بھی کیاریاں لگا کربہت ساری سبزیاں اگادیں۔

دونوں میاں بیوی سارا سارا دن محنت کرتے۔ پودوں کی آبپاری کرتے۔ سبزی تو خاصی پیدا ہونے لگی تھی۔ پھلوں کو درختوں پر آنے میں وقت لگتا ہے۔ انکا انتظار تھا۔ پھر نہ معلوم ایک دن کیا ہوا۔؟ خالہ دوپہر کو کھانا لے کر کھیر گئیں تو خالو اسماعیل درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے ملے۔ وہ سمجھیں تھک کر سو گئے ہیں۔ قریب جا کر آواز دی۔ تو ساکت تھے اور اسی لمحے ایک بڑا سانپ ان کے پاس سے نکل کر گیا۔

گاؤں کے بڑے طبیب کو خالہ بھاگ کر بلا لائیں۔ اور بھی کئی لوگوں نے آکر دیکھا۔ خالو کے جسم پر نہ تو چوٹ کا نشان تھا اور نہ کسی چیز کے کاٹنے کا۔ بس لگتا تھا خالو ہمیشہ کے لئے گہری نیند سو گئے ہیں۔ کسی کو معلوم ہی نہیں ہوا کے خالو کب مر گئے۔

خالہ نے اس صدمے کو حکمِ خدا جان کر بہت بہادری سے برداشت کیا۔ خدا کی نیک بندی تھیں صبر کیا اور دنیاداری میں مصروف ہو گئیں۔ خالہ کے کئی بچے تھے لیکن خدا نے صرف زبیدہ کو ہی زندگی بخشی تھی۔ اور جوانی میں ہی خالہ کو خالو کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ خالہ نے خالو کو دفنانے کے لئے قبرستان جانے نہیں دیا۔ انہوں نے جہاں خالو سوتے ہوئے ملے تھے اسی درخت کے نیچے دفن کرایا۔ انہوں نے کہا۔

’یہ زمین میری ہے۔ مجھے اپنے باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے۔ آبادی سے تھوڑے فاصلے پر بھی ہے۔ اس لئے کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ میں ہر روز یہاں ہونگی۔ اور اس طرح یہ بھی ہر روز میرے ساتھ ہونگے۔‘‘

بستی کے لوگوں نے خالہ کی خواہش کا احترام کیا۔ اور خالو کو وہیں دفن کر دیا۔ خالہ نے بہت مشکل سے چالیس دن گھر پر گزارے۔ پھر انکا معمول بن گیا۔ وہ ہر روز صبح مشینی انداز میں اٹھتیں۔ گھر کے دو چار کام جلدی جلدی ختم کرتیں اور کھیر آکر اندر سے دروازہ بند کر لیتیں۔ چادر تہہ کر کہ ایک طرف رکھتیں۔ وہاں انھوں نے ایک بکری رکھی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے اسے گھاس کاٹ کر کھلاتیں۔ خالو کی قبر سے دھول اور مٹی صاف کرتیں۔ قبر کے اردگرد جو پھول اور پودے لگائے تھے انہیں پانی دیتیں۔ اتنی دیر میں بکری چارہ کھا کر مے مے کرنے لگتی۔ خالہ بہت پیار سے اسے تھپتھپاتیں۔ اور ایک پیالے میں اس کے تھنوں سے دودھ نکال کر ایک مخصوص کونے میں رکھ آتیں۔ ان کا خیال تھا کہ سانپ دودھ کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ پھر کاموں میں لگ جاتیں۔ جھاڑو دیتیں۔ کنویں سے پانی نکال کر سب کیاریوں میں ڈالتیں۔

پودوں سے جو سبزی پک کر توڑنے کے قابل ہو جاتی۔وہ الگ الگ ٹوکریوں میں رکھ دیتیں۔ان کی ان تھک محنت کو دیکھ کر خدا کی رحمت ان پر برسی۔پھلوں کے درختوں نے وافر مقدار میں پھل دینے شروع کر دیئے تھے۔وہ سارے پکے پھل توڑ کر ایک جگہ ڈھیر کر لیتیں۔پھر آرام سے سائے میں بیٹھ کر کپڑے سے صاف کر کے ایک الگ باسکٹ میں کپڑا ڈال کر رکھ دیتیں۔

وہ تنہا ہوتے ہوئے بھی تمام دن ایک کسان کی طرح محنت کرتیں تھیں۔دھوپ کے جیسے ہی ڈھلنے کے آثار نظر آتے۔وہ ایک بار پھر بکری کو چارہ دیتیں۔ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی جاتیں۔جیسے وہ کوئی انسان ہو۔پھر ہاتھ منہ دھو کر رومال سے روٹی نکالتیں۔اور کبھی پیاز کے ساتھ تو کبھی کسی سبزی کے ساتھ کھا کر خدا کا شکر ادا کر کے کچھ دیر کے لئے چٹائی بچھا کر لیٹ جاتیں۔لیٹے لیٹے دیواروں پر بھی نظر رکھتیں کہ گاؤں کے شیطان بچے دیواروں پر چڑھ کر پھل تو خراب نہیں کر رہے۔کبھی کوئی شیطان بچہ دیوار پر چڑھتا نظر آتا۔تو ان کی ایک آواز پر بھاگ جاتا۔

گاؤں کی اکثر مائیں یہ کہہ کر اپنے بچوں کو ڈراتیں کہ خالہ کے گھیر مت جانا وہاں ایک بہت بڑا سانپ رہتا ہے۔خالو کو بھی اسی نے کاٹا تھا۔کئی بچے کہتے۔

’پر خالہ تو وہاں ہر وقت ہوتی ہیں۔۔‘ مائیں کہتیں۔’خالہ کی اور بات ہے۔‘

لیکن یہ بات بچوں کو تو کیا کسی اور کو بھی سمجھ نہیں آتی کہ خالہ کی اور بات کیوں ہے۔

ہر برسات میں ایک بہت بڑے سانپ کی کینچلی گھیر کے اندر سے ملتی۔لوگ دیکھتے اور خالہ کی ہمت پر رشک کرتے۔ہر روز ٹھیک چار بجے گھیر کے دروازے پر دستک ہوتی۔پہلے خالہ اندر سے دیکھتیں۔پھر دروازہ کھولیتیں۔اور چھٹن اپنی ماں کے ہمراہ اندر آتا۔سبزی اور پھلوں کی ٹوکری اٹھاتا۔اور گاؤں کے چھوٹے سے بازار میں جا کر اپنی دکان پر سجا لیتا۔

خالہ بھی بکری کے تھنوں سے ایک برتن میں دودھ نکال لیتیں۔اور کچھ سبزی اور ایک پھل جو انہوں نے اپنے لئے رکھا ہوتا تھیلے میں رکھتیں۔خود کو چادر میں سر سے پیر تک لپیٹ کر دروازے کی طرف بڑھتیں۔پھر مڑ کر قبر کی طرف اس طرح دیکھتیں۔جیسے کہہ رہی ہوں۔اچھا کل تک کے لئے خدا حافظ۔دروازے سے نکل کر تالا لگاتیں۔اور تھکے تھکے قدموں سے گھر کی طرف روانہ ہو جاتیں۔

زبیدہ تمام دن گھر میں بیٹھی کروشیے سے بیلیں ڈوپٹوں کے لئے بنُا کرتی۔اسے کروشیے کے کام میں بہت مہارت تھی۔بہت خوبصورت میز پوش بناتی۔بنیان بناتی۔اس سے کبھی دل اکتاتا تو کپڑوں پر پھول کاڑھتی۔زبیدہ کے ہاتھ سے کڑھے ہوئی ڈوپٹے اس قدر خوبصورت ہوتے کہ لگتا ایسا جیسے بہار سچ مچ میں ڈوپٹے پر اتر آئی ہو۔جامنی۔گلابی۔پیلے۔زرد۔سبز چمکتے ہوئے ریشم سے کڑھے ہوئے پھول۔گاؤں کی چودھرائین تو عاشق تھی زبیدہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کی۔وہ اکثر اسے گلے لگا کر بہت پیار کرتی۔اور اسے بغیر حساب کتاب کئے بہت ساری اجرت دے دیتیں۔

خالہ گھر آتیں۔دونوں ماں بیٹی مل کر کھانا کھاتیں۔کچھ دیر باتیں کرتیں۔خالہ پھر بھی ہمت نہ ہارتیں۔رات کی نماز کے بعد چراغ کی روشنی میں چرخا لے کر بیٹھ جاتیں۔دو تین گھنٹے ضرور روئی سے دھاگا کاتیں۔گاؤں میں ایک جولاہا رہتا تھا۔وہ ہر ماہ آکر دھاگا لے جاتا اور کہتا۔

’خالہ آپ کے ہاتھ کے دھاگے سے جو بھی کپڑا میں بناتا ہوں۔زمیندار صاحب سب سے پہلے اُسی کپڑے کا کُرتا لیتے ہیں۔مہربانی کر کے کچھ وقت ضرور نکالا کریں۔‘خالہ کو تھوڑی سی آمدنی اس طرح سے بھی ہو جاتی۔

چھٹن کی ماں ہفتہ میں ایک بار سبزی کے پیسے جو بھی خالہ کو دیتی۔خالہ بغیر حساب کئے چپ چاپ رکھ لیتیں۔دونوں گھروں کی دال روٹی عزت سے چل رہی تھی۔خالہ چکی کے پیچھے دیوار میں ایک چور جگہ پر ایک ڈبے میں پیسے ڈالتی رہتی تھیں۔زبیدہ بھی جو اجرت اپنی محنت کی لیتی تھی وہ بھی خالہ کو دے دیتی تھی۔

خالہ وہ پیسے بھی اسی جگہ رکھ جاتیں۔کئی سال گزر گئے۔خالہ کا اپنا تو کوئی خرچ نہیں تھا۔ہاں وہ زبیدہ کے لئے ضرور اکثر کوئی اچھا سا جوڑا کپڑوں کا لا کر دیتیں۔کبھی گاؤں میں میلہ ہوتا تو اچھے جوتے ہار بندے ضرور زبیدہ کو لا کر دیتیں۔

پھر زبیدہ کے رشتے آنے لگے۔ایک مناسب رشتہ پسند کر کے خالہ نے ہاں کر دی۔بیٹی ایک ہی تھی۔دل میں بہت سارے ارمان تھے۔پریشان رہنے لگیں۔جہیز کے لئے بہت سارے پیسوں کی ضرورت تھی۔ایک دن رات کو اپنے سارے پیسے نکالے اور حساب لگانے لگیں۔اپنی سالوں کی محنت کے پیسے بس اتنے تھے کے بستی والوں کو اور زبیدہ کے سسرال والوں کو اچھی طرح کھانا کھلا سکتی تھیں۔کپڑے زبیدہ نے بہت سلیقے سے کاڑھ کر سی لیئے تھے۔اور بہت ساری چیزیں سلیقے سے بنائی تھیں۔برتن خالہ نے بہت سارے اپنے جہیز کے حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔جو کبھی استعمال

ہی نہیں ہوئے تھے۔ خالہ کو فکر تھی تو زیور کی تھی۔ خالہ کا جو بھی کچھ تھا وہ خالہ نے گھیر بناتے ہوئے بیچ کر لگا دیا تھا۔ اب خالہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں وہ پریشان رہنے لگیں۔

دل کا حال کس سے کہیں اور کیسے کہیں۔۔۔۔؟ خودار عورت تھیں۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتی تھیں۔ اب بیٹی کو خالی ہاتھ کیسے رخصت کریں۔ ساری عمر کا پچھتاوا۔ سسرال والے کیا کہیں نگے۔ ساری عمر میری بیٹی طعنے سنے گی۔ شادی کے دن قریب آ رہے تھے۔ ایک دن ایسے ہی گھبر آ ئیں۔ کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ سوچ رہی تھیں پوری زندگی محنت کی۔ وقت صبر سے گزرا۔ اور پھر بھی بے بسی۔ وہ جا کر خالو کی قبر پر خاموش بیٹھی رہیں۔ پھر رونا آ گیا۔ اور روتے روتے آنکھ لگ گئی۔

کچھ دیر بعد آنکھ کھلی تو گلہ خشک تھا۔ پیاس بھی شدت کی لگی تھی۔ پانی کا گھڑا دیکھا تو وہ بھی خشک تھا۔ بہت نادم ہوئیں۔ ایسا بھی کیا پریشان ہونا کہ آج کوئی کام ہی نہیں کیا۔ بکری بھی حیران ہو کر خالہ کو تک رہی تھی۔ خالہ اپنی پیاس بھول کر پہلے اسے گھاس دی اور پھر پانی کے لئے کنویں میں ڈول ڈال دیا۔ پانی بھرا اور ڈول اوپر نکالا۔ ڈول سے پانی گھڑے میں ڈالنے لگیں۔ تو دیکھا ڈول بھاری ہو رہا تھا اور پانی کم تھا۔ غور سے دیکھا تو ڈول کے پیندے میں کچھ چمک رہا ہے۔ ہاتھ سے ٹٹولا تو حیران رہ گئیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک سونے کا بھاری ہار چمک رہا تھا۔ وہ بار بار الٹ پلٹ کر دیکھنے لگیں۔ ان کی سمجھ سے باہر تھا۔ یہ کیا ہے۔۔۔۔؟ اور یہ کہاں سے آیا۔۔؟ کیا وہ خواب دیکھ رہیں ہیں۔۔۔؟ یا یہ کوئی حقیقت ہے۔۔۔؟ اسی لمحے انہوں نے دیکھا انکے سامنے سے سانپ گزر گیا۔ آج خالہ نے دوسری بار اسے دیکھا تھا۔

اب خالہ کچھ اور سوچ رہیں تھیں۔ انہوں نے ہار کو چادر سے خشک کیا۔ اور روٹی کے رومال میں لپیٹ کر تھیلے میں رکھ لیا۔ گھر جانے کے بجائے وہ سیدھی سنار کے پاس گئیں۔ سنار نے پہلے ہار کو پھر خالہ کو حیرت سے دیکھا۔ خالہ نے کڑک دار آواز میں کہا۔

’’ایسے کیا دیکھ رہا ہے پرانے وقتوں کا ہے۔ میری دادی کا ہے۔ جو میرے ابا نے زمین مین دفن کیا ہوا تھا۔ کہ کبھی ضرورت پڑے تو نکال لوں۔ چل وزن کر۔ اور مجھے ایک سیٹ گلے اور کان کے لئے۔ اور چھ چوڑیاں بنا دے۔‘

سنار نے ہار کو وزن کیا۔ اور کچھ ہی دن بعد اس سے چھ چوڑیاں اور ایک گلے کا ہار اور بندے بنا کر خالہ کو دے دیئے۔

خالہ نے بہت ارمانوں کے ساتھ خوشی خوشی زبیدہ کی شادی کر دی۔ سب ہی لوگ حیران تھے کہ خالہ نے کیسے اتنے اچھے طریقے سے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ خود تو انہوں نے کبھی ایک انگوٹھی تک نہیں پہنی۔ اور بیٹی کو اتنا کچھ دیا۔۔ کچھ لوگوں نے کہا بھئی خالہ کی نیک نیت کی وجہ سے اتنی اچھی شادی ہوئی ہے۔ تمام عمر محنت بھی تو اتنی کی تھی۔

زبیدہ کی شادی کے بعد خالہ کو لگا کہ جیسے ان کے سارے کام ختم ہو گئے ہیں۔ ہر روز صبح سویرے اسی طرح گھیر جاتیں۔ لیکن کام میں بالکل دل نہیں لگتا۔ اکثر بیٹھ بیٹھ کر رک رک کر کام کرتیں۔ اب پہلے جیسی کام کی لگن نہیں تھی۔ زیادہ تر وقت قبر کے پاس بیٹھ کر گزارتیں۔ وہیں نماز پڑھتیں۔ کبھی خود سے باتیں کرنے لگتیں۔ تو کبھی بے اختیار ہو کر رونے لگتیں۔ اب پودے بھی پہلے جیسے سرسبز نہیں رہے تھے۔ سبزیوں کو بھی کیڑا لگنے لگا تھا۔ پھل بھی کبھی وقت سے پہلے زمین پر گر جاتے تو کبھی سوکھ جاتے۔ چھٹن کی ماں نے جب خالہ کی گرتی ہوئی طبیعت دیکھی تو خالہ سے کہا۔

”آپا برا مت مانانا۔ آپ کے گھر سے تو دو وقت کی روٹی پکتی ہے۔ آج کل آپکی صحت بھی اچھی نہیں ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں آپ کی مدد کے لئے چھٹن کو آپ کے پاس چھوڑ دوں۔“

خالہ نے کچھ دیر سوچا اور پھر رضامندی میں سر ہلا دیا۔

اگلے دن سے چھٹن خالہ کے ساتھ گھیر آنے لگا۔ اب خالہ پہلے سے بھی زیادہ سست ہو گئیں۔ سارہ دن لیٹی رہتیں۔ ایک دن خالہ سو رہیں تھیں۔ چھٹن نے کام کرتے
کرتے دیکھا۔ خالہ کے ڈوپٹے کے ایک پلو پر سانپ بیٹھا ہے۔ چھٹن نے وہیں سے ایک لکڑی اٹھائی اور سانپ پر دے ماری۔ سانپ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ خالہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھیں۔ دیکھا تو سانپ مر گیا تھا۔

خالہ کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی۔

’ارے یہ کیا ظلم کیا۔۔۔؟ یہی تو میرا محافظ تھا‘

پھر وہ ایک دم ہی زمین پر گر گئیں۔ چھٹن کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔؟ پہلے آوازیں دیتا رہا۔ پھر اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ ماں کو بلا کر لایا۔ لیکن جب تک لوگ آئے خالہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ اس بار لوگ پھر حیران تھے۔ سانپ نے

جب خالہ کو کاٹا ہی نہیں تو خالہ کیسے مر گئیں۔

اس کے بعد خالہ کے گھیر کے سارے درخت پودے سوکھتے چلے گئے۔ کنویں کا پانی بھی ختم ہوا۔ خالہ بھی وہیں دفن ہوئیں۔ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ جگہ خالہ کے خاندان کا آبائی قبرستان ہے۔ لیکن ہمیشہ کہلایا۔ ''خالہ کا گھیر ہی۔''